تعارض احادیث کو دور کرنے کے اصول: محدثین کی آراء کا تجزیہ

Principles to Resolve Contradiction in Ḥadīths: Analysis of Muḥaddiseen's Views

ڈاکٹر محمد وارث علی *

ABSTRACT

Sunnah is the second main and most important source of Islamic Law. Most of laws and instructions of the Holy Qur'ān can only be understood in the light of Ḥadīth and Sunnah. Contradictory Ḥadīth is one of Ḥadīth Sciences which has been started during the era of Holy Prophet (PBUH). According to the situation, the Holy Prophet ﷺ decided the matter and guided his companions so they narrated it. On the other hand, the Prophet Muhammad ﷺ ordered or forbade somebody to do something in another context and the narrator stated it. In this way, the contradiction arose among the Ḥadīths. There are many reasons of the contradiction in Ḥadīths that have been described in this article. The scholars of Ḥadīth tried to solve these contradictions using their intellectual and wisdom and made some rules. But they differ with one another while using them in their sequence. Some of them prefer the rule of Conciliation and the others Nullification. Each of them has his own arguments to support his view point. Arguments of both the groups have been discussed and analyzed in the article. The main theme of the article is contradictory Ḥadīth, the reasons of contradiction and the principles to resolve contradiction.

Keywords: *Ḥadīth, Contradictory Ḥadīth, Factors, Principles, Sequence.*

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

احادیث میں اختلاف کا پایا جانا اگرچہ اکثر اہل علم کے نزدیک ظاہر پر مبنی ہے اور حقیقی اختلاف کی نفی کی گئی ہے لیکن بعض کے نزدیک ناسخ و منسوخ روایات کا اختلاف حقیقی اختلاف ہے اسی طرح وحی الٰہی اور بعض اجتہادات نبوی ﷺ کا اختلاف بھی حقیقی اختلاف قرار دیا گیا ہے لہٰذا جس صحابی نے اجتہاد کو دیکھا اس نے اسے بیان کر دیا اور جس نے اس کے مقابلے میں وحی کے نزول کو دیکھا اس نے اس کو بیان کر دیا چنانچہ اختلاف اور تعارض کی صورت پیدا ہو گئی۔

اس مختصر مقالہ میں پہلے مختلف الحدیث کا تعارف کروایا گیا ہے پھر اختلاف پیدا ہونے کی مختلف صورتیں اور اسباب کو ذکر کیا گیا ہے اور اس کا حل پیش کرتے ہوئے اہل علم کے بیان کردہ اصولوں پر بحث کی گئی ہے اور ساتھ ساتھ ان کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے ان اصولوں کے استعمال کی ترتیب کے حوالے سے پائے جانے والے اختلاف کو زیر بحث لاتے ہوئے راجح ترتیب ذکر کی گئی ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ شرعی احکامات کے مآخذ ہیں ان سے احکامات کا استنباط مجتہد کا کام ہے، محدث محض کا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کے سارے تبصرے سندوں کے حوالے سے ذکر کئے ہیں ان کی فقہی آراء نقل نہیں کی۔ بلکہ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کی فقہی آراء نقل کی ہیں اس سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ مختلف الحدیث کے حکم کے حوالے سے بھی اصول کے ماہرین محدثین کی آراء زیادہ قابل اعتناء ہیں محدثین محض کی نہیں اس لیے ہم نے ان محدثین کی آراء کو موضوع بحث بنایا ہے جو اصولیین بھی ہیں۔

مختلف الحدیث

لفظی اعتبار سے مختلف الحدیث کا معنی ہے اختلاف کرنے والی حدیث، البتہ اصطلاحی طور پر اہل علم نے اپنے اپنے انداز میں مختلف الحدیث کی تعریفات کی ہیں جن میں سے اہم تعریفات پیش خدمت ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولا ینسب الحدیثان الی الاختلاف ماکان لهما وجهاً یمضیان معا انما المختلف مالم یمضی الابسقوط غیره مثل ان یکون الحدیثان فی الشئی الواحد هذا یحله وهذایحرمه"(۱)

۱۔ شافعی، محمد بن ادریس، الرسالۃ، تحقیق الشیخ احمد شاکر، مکتبۃ العلمیہ، بیروت، ت ن، ص ۳۴۲

دو ایسی حدیثوں کی طرف اختلاف منسوب نہیں کیا جائے گا جن میں کوئی ایسی جہت پائی جائے جس سے وہ اکٹھی قابل عمل ہوں بلکہ مختلف الحدیث وہ ہو گی جو اپنے مدمقابل حدیث کو ساقط کرنے کا مطالبہ کرے مثلاً دو حدیثیں ایک ہی چیز کے بارے میں ہوں ایک اس چیز کو حلال قرار دے اور دوسری اسے حرام۔

اس تعریف سے واضح ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک مختلف الحدیث میں جو تعارض پایا جاتا ہے وہ حقیقی ہے ظاہری نہیں۔ نیز اگر ان میں تطبیق کی صورت پائی جائے تو وہ بھی مختلف الحدیث میں شمار نہیں ہو گی۔

اس کے برعکس دیگر اہل علم نے احادیث کے تعارض و اختلاف کو ظاہری اختلاف قرار دیا ہے حقیقی اختلاف کی نفی کی ہے کہ احادیث نبوی میں حقیقی اختلاف ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ امام حاکم نے ابو بکر باقلانی کا قول نقل کیا ہے:

" كل خبرين علم ان النبى تكلم بهما فلايصح دخول التعارض فيهما على وجه وان كان ظاهرهما متعارضين" (۱)

ہر دو احادیث جن کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں تو ان میں کسی صورت بھی تعارض نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ بظاہر متعارض دکھائی دیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احادیث میں حقیقی اختلاف نہیں ہو سکتا بلکہ ظاہری طور پر اختلاف ہوتا ہے جسے مختلف زمانوں اور احوال پر محمول کر کے حل کر لیا جاتا ہے۔

محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ:

" لا اعرف انه روى عن النبى ﷺ حديثان باسنادين صحيحين متضادان فمن كان عنده فلياتنى لأؤلف بينهما" (۲)

۱۔ خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت، الکفایۃ فی علم الروایۃ، دائرۃ المعارف، بیروت، ۱۳۵۷ھ، ص ۴۳۳

۲۔ ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمان، علوم الحدیث المعروف مقدمۃ ابن الصلاح، تحقیق نور الدین عتر، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۶ء، ص ۲۸۵

میں ایسی دو حدیثوں کو نہیں جانتا جو نبی کریم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہوں اور متضاد ہوں۔ جس کسی کے پاس ہوں وہ میرے پاس لائے میں ان میں تطبیق پیدا کر دوں گا۔ ابن الصلاح مختلف الحدیث کی اقسام ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وھو قسمان: احدھما ان یمکن الجمع بین الحدیثین فیتعین حینئذ المصیرالی ذلک والقول بھما معا، والثانی ان یتضادا بحیث لایمکن الجمع بینما"(۱)

اس کی دو قسمیں ہیں پہلی یہ کہ اگر ان متعارض احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو تو انہیں جمع کیا جائے گا اور دونوں پر عمل کا حکم دیا جائے گا۔ اور دوسری یہ کہ متضاد احادیث ہیں مگر ان میں جمع کا امکان نہیں ہے۔

گویا ابن الصلاح کے اس بیان میں ظاہری اور حقیقی دونوں طرح کا اختلاف پایا جارہا ہے۔

امام نووی نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔:"ان یاتی حدیثان متضادان فی المعنی ظاھرا"(۲)یعنی دو احادیث کا ظاہری معنی میں ایک دوسرے سے متضاد ہونا مختلف الحدیث ہے۔ انہوں نے بھی ظاہری معنی میں اختلاف کا ذکر کیا ہے حقیقی کا نہیں۔ گویا امام نووی بھی ظاہری اختلاف کے قائل ہیں۔

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

"المقبول إن سلمه من المعارضة فھو المحکم وإن عورض بمثله فان أمکن الجمع فھو مختلف الحدیث" (۳)

اگر مقبول حدیث کے مخالف کوئی حدیث مقبول نہ ہو تو اسے محکم کہتے ہیں اور اگر اس کی مثل حدیث اس کے مقابلے میں آجائے تو اگر ان میں جمع کا امکان ہو تو یہ مختلف الحدیث ہے۔

عجاج خطیب (۴) کہتے ہیں: "

۱۔ علوم الحدیث المعروف مقدمۃ ابن الصلاح ، ص ۲۸۴

۲۔ نووی، یحیٰ بن شرف، التقریب، تحقیق علی الوھاب عبد اللطیف، المکتبۃ العلمیہ، مدینہ منورہ، ۱۹۷۲ء، ۲/ ۱۹۶

۳۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن حجر، شرح نخبۃ الفکر، مکتبہ الغزالی، دمشق، (س ن)، ص ۵۹،۵۸

۴۔ محمد خطیب عجاج ۱۹۳۲ء میں دمشق میں پیدا ہوئے علم حدیث کے مہارت ہیں اصول الحُدیث ومصطلحہ ان کی کتاب ہے۔
(https://ar.wikipedia.org/wiki/محمد خطیب عجاج 05-05-2017)

یہ ایسا علم ہے جس میں احادیث میں موجود ظاہری تعارض کے حوالے سے بحث کی جاتی ہے اور اس تعارض کو دور کیا جاتا ہے اور ان میں تطبیق دی جاتی ہے۔"(۱)

اس تعریف میں بھی ظاہری تعارض کو بیان کیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کچھ ماہرین نے مختلف الحدیث کی تعریف کرتے ہوئے حقیقی اختلاف کی نفی کی ہے اور کچھ اس بات کے قائل ہیں کہ ظاہری اختلاف کے ساتھ ساتھ حقیقی اختلاف بھی ہے لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ احادیث میں حقیقی اور ظاہری دونوں طرح کا اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ احادیث میں ناسخ اور منسوخ کا پایا جانا اس بات کی علامت ہے کہ ناسخ حدیث منسوخ حدیث سے متضاد مفہوم رکھتی ہے اور ان میں جو اختلاف ہے وہ حقیقی اختلاف پر مبنی ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان دونوں احادیث میں جمع و توفیق نہیں کی جا سکتی۔ لیکن جن احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو ان میں موجود اختلاف ظاہری ہوتا ہے حقیقی نہیں جسے بعض اوقات مختلف احوال پر محمول کر کے دور کیا جاتا ہے اور کبھی ان کی مراد کو متعین کر کے حل کیا جاتا ہے۔

اختلاف الحدیث کے اسباب

احادیث نبویہ اسلامی لٹریچر کا وہ عظیم ورثہ ہیں جس پر اسلامی تعلیمات کی اساس ہے اور اسلامی تہذیب و روایات کی اصل یہی عظیم سرمایہ ہے جس کی حفاظت کے لیے رجال کار نے اپنا اہم کردار ادا کیا اور ایک ایک حدیث کے حصول اور اس کی حفاظت کے لیے کئی کئی میل کا سفر اختیار کیا اور جن لوگوں نے ان روایات کو بیان کیا ان کے حالات زندگی بھی جمع کرنے میں سر توڑ کوششیں کیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسماء الرجال کا فن وجود میں آیا جس کے بارے میں غیر مسلم بھی حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احادیث رسول ﷺ کے ذخیرے میں اختلاف کیوں نظر آتا ہے؟ جس کی وجہ سے اس کے بارے میں اعتراضات کئے جاتے ہیں اور اس کے مستند ہونے کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ درج ذیل سطور میں ان اسباب کا جائزہ لیا گیا ہے جو احادیث کے اختلاف کا باعث بنے۔

راوی کے فہم میں خطاء

علوم الحدیث کے فن میں شاذ اور محفوظ کی اصطلاحات بہت معروف ہیں جس میں راوی کے فہم کی خطاء کا پتا چلتا ہے۔ کہ اگر کوئی ثقہ راوی، اوثق راوی کی مخالفت کرتا ہے تو ثقہ راوی کی روایت کو شاذ کہا جاتا ہے اور اوثق کی

۱۔ محمد عجاج خطیب، ڈاکٹر، اصول الحدیث علومه و مصطلحه، دار الفکر، بیروت، ۱۹۷۱ء، طبعۃ الثانیۃ، ص ۲۸۳

روایت کو محفوظ کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ثقہ راوی نے اوثق کی مخالفت کی ہے تو ضرور اس روایت کو لینے یا سمجھنے میں اس کو خطا ہوئی ہے لہذا اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات احادیث میں اختلاف کا سبب راوی کا خطا کرنا بھی ہو سکتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک گروہ کے نزدیک محرم کا حالت احرام میں نکاح کرنا درست نہیں ہے۔ ان کی دلیل حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے : "قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ، وَلَا يُنْكِحُ، وَلَا يَخْطُبُ"[۱] اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا محرم نہ خود (اپنا) نکاح کرے اور نہ کسی کا نکاح کرے اور نہ پیغام نکاح دے۔ جبکہ اس کے برعکس ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالت احرام میں نکاح کیا تھا لہذا اس میں کوئی حرج نہیں اور اس کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو بیان کرتے ہیں کہ : " أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ,وَهُوَ مُحْرِمٌ"[۲]

بے شک رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔

اس پر نقد و تبصرہ کرتے ہوئے امام طحاوی لکھتے ہیں کہ:

> "وَأَمَّا حَدِيثُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَإِنَّمَا رَوَاهُ نُبَيْهُ بْنُ وَهْبٍ، وَلَيْسَ كَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، وَلَا كَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَلَا كَمَنْ رَوَى مَا يُوَافِقُ ذَلِكَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، وَلَيْسَ لِنُبَيْهٍ أَيْضًا مَوْضِعٌ فِي الْعِلْمِ،كَمَوْضِعِ أَحَدٍ مِمَّنْ ذَكَرْنَا" [۳]
>
> جہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کا تعلق ہے تو اسے نبیہ بن وھب نے روایت کیا ہے وہ عمرو بن دینار، جابر بن زید کی طرح (ثقہ) نہیں ہیں اور ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے موافق روایت کیا ہے اور نہ ہی حضرت نبیہ کا ان لوگوں جیسا علمی مقام ہے۔

۱۔ طحاوی، احمد بن محمد، شرح معانی الآثار، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، ۱/۵۱۱ ؛ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، تحریم نکاح المحرم کراہیۃ خطبتہ ؛ ترمذی، محمد بن عیسی، الجامع، ابواب الحج، باب ماجاء فی کراہیۃ نکاح المحرم

۲۔ شرح معانی الآثار، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، ۱/۵۱۱ ؛ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب تزویج المحرم ؛ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، تحریم نکاح المحرم و کراہیۃ خطبتہ

۳۔ شرح معانی الآثار، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، ۱/۵۱۱

یعنی دوسرے گروہ کی مؤید روایات کے رواۃ اول الذکر موقف کی مروی احادیث کے راویوں سے زیادہ قوی، اہل ضبط اور امانتدار ہیں۔ لہذا کمزور اور ضعیف راویوں کے مقابلے میں قوی راویوں کی احادیث پر عمل کیا جائے گا۔

پہلے گروہ کا کہنا ہے کہ حضرت میمونہ سے نکاح حالت احرام میں نہیں ہوا کیونکہ حضرت سلیمان بن یسار، حضرت ابورافع سے روایت کرتے ہیں کہ:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَلاَلًا وَبَنَى بِهَا حَلاَلًا، وَكُنْتُ الرَّسُولَ بَيْنَهُمَا" (۱)

نبی اکرم ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے غیر احرام کی حالت میں نکاح کیا اسی حالت میں ان کے پاس تشریف لے گئے اور میں ان کے درمیان پیغام رساں تھا۔

اس نص پر نقد کرتے ہوئے امام طحاوی فرماتے ہیں ذکر کردہ ابورافع کی حدیث کے راویوں میں مطر وراق بھی ہیں اور ان کا شمار ایسے راویوں میں نہیں ہوتا جن کی روایات قابل استدلال ہوں۔ اس (مطروراق) پر مخالفین بھی متفق ہیں (۲) اسی حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے وہ ان سے زیادہ حافظہ والے ہیں۔ انہوں نے اس حدیث کو منقطع روایت کیا ہے۔ لہذا مخالفین کی پیش کردہ نص قابل استدلال نہ ہے۔

اس مثال سے یہ معلوم ہوا کہ بعض اوقات رواۃ کی خطاء سے بھی اختلاف کی صورت بن جاتی ہے اور پھر اس کا فیصلہ راویوں کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے سے کیا جاتا ہے۔

فہم نص میں اختلاف

بعض اوقات نص کو سمجھنے میں اختلاف کی وجہ سے روایت میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام لوگ ایک جیسے شعور اور عقل کے حامل نہیں ہوتے کسی کو اللہ تعالیٰ نے زیادہ فہم و فراست عطا فرمائی ہوئی ہے اور کسی کو کم اس لیے نص شرعی کو ہر محقق نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فہم و فراست کے مطابق سمجھا اور یوں اس کی تفہیم میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اس کے نتیجے میں ایک حدیث کو ایک محقق نے عام قرار دیا تو دوسرے نے خاص، ایک روایت کو کسی نے حقیقی قرار دیا تو دوسرے نے مجازی۔ چنانچہ اس طرح کے اختلاف الحدیث کو رفع کرنے کے لیے اس قسم کی روایتوں میں تطبیق دینے اور جمع کرنے کی بھی سعی اور کوشش کی گئی۔

۱۔ شرح معانی الآثار، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، ص ۱/ ۵۱۱؛ ترمذی، الجامع، ابواب الحج، باب ماجاء فی کراہیۃ تزویج المحرم؛ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمان، السنن، کتاب المناسک، باب فی تزویج المحرم

۲۔ شرح معانی الآثار، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، ص ۱/ ۵۱۱

اس طرح کا اختلاف ہمیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی نظر آتا ہے کہ صحابہ کرام کے فہم کے اختلاف کی بناء پر بھی ایک روایت میں اختلاف ہو گیا کہ جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو کسی مہم کے لیے روانہ فرمایا تو حکم دیا کہ عصر کی نماز فلاں مقام پر پہنچ کر ادا کرنا تو بعض صحابہ نے اسی مقام پر پہنچ کر ادا کی اور روایت کے ظاہری الفاظ پر عمل کیا اور بعض نے نماز کا وقت شروع ہونے پر اس مقام سے پہلے ہی ادا کر لی کہ اس روایت کا مطلب تو یہ تھا کہ تم جلدی وہاں پہنچ جانا کہ عصر کی نماز کا وقت وہاں پہنچ کر ہو لیکن اس نماز کا وقت راستے میں ہی ہو گیا تو انہوں نے ادا کر لی۔

اس سے معلوم ہوا کہ فہم نص کے اختلاف کی وجہ سے بھی اختلاف ہو سکتا ہے جیسا کہ مذکورہ واقعہ میں صحابہ کرام کی رائے کا اختلاف سامنے آیا۔ یعنی جیسے صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا اسی طرح دیگر محدثین کو نص کے سمجھنے میں اختلاف ہو سکتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ احادیث میں بھی اختلافات نمودار ہوئے۔

موقع و محل کا اختلاف

اللہ کے رسول ﷺ نے مختلف مقامات پر موقع اور محل کے مطابق کوئی حکم ارشا فرمایا جس سے ان میں اختلاف لگتا ہے مثال کے طور پر رسول کریم ﷺ نے کوئی بات ارشاد فرمائی اور اس سے مراد عموم تھا اور پھر ایک اور بات ارشاد فرمائی جو کسی خاص پس منظر میں تھی تو اس سے بھی ان میں تعارض و اختلاف کی صورت نظر آئی۔ اس کی طرف امام شافعی بھی اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ورسول اللہ ﷺ عربی اللسان و الدار فقد یقول القول عاما یرید به العام و عاما ویریدبه الخاص" (۱)

اور رسول اللہ ﷺ عرب علاقے سے تعلق رکھتے ہیں اور عربی اللسان ہیں۔ آپ ایک عام بات ارشاد فرما کر اس سے عام مراد لیتے ہیں اور کبھی عام بول کر خاص مراد لیتے ہیں۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کے ان فرامین میں سے جس نے جو سنا اسے بیان کر دیا اور اختلاف کی صورت بن گئی لیکن اسے سمجھنے والوں اور احکامات نکالنے والوں میں بھی اسی بناء پر اختلاف پیدا ہوا لہذا اہل علم نے اس اختلاف کو حل کرنے کے لیے اپنی سمجھ کے مطابق کوشش کی۔

۱۔ شافعی، محمد بن ادریس، الرسالۃ، تحقیق احمد محمد شاکر، مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۳۵۷ھ، ص ۲۱۳

مثال کے طور پر اگر کسی کے کھیت کو کسی کا جانور نقصان پہنچائے تو اس کے تاوان کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَار"(۱) مویشیوں کے نقصان کرنے کا ضمان نہیں ہو گا۔ اسی طرح حضرت براء بن عازب کی اونٹنی نے کسی کے کھیت میں داخل ہو کر اسے خراب کر دیا اور کھیت کے مالک نے شکایت کی تو

"فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عَلَى أَهْلِ الْأَمْوَالِ حِفْظَهَا بِالنَّهَارِ، وَمَا أَفْسَدَتِ الْمَوَاشِي بِاللَّيْلِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى أَهْلِهَا"(۲)

رسول اللہ ﷺ نے کھیت والوں کو دن کے وقت حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا اور رات کے وقت مویشیوں کے نقصان کا ضامن ان کے مالکوں کو قرار دیا۔

ان دونوں روایات میں اختلاف پایا جا رہا ہے کہ پہلی روایت میں جانوروں کے نقصان کو رائیگاں قرار دیا گیا ہے جبکہ دوسری روایت میں رات کے وقت جانوروں کے نقصان پہنچانے پر مالک کو اس کے ضمان کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس اختلاف کو اس طرح دور کرنے کی کوشش کی کہ پہلی حدیث عام ہے جسے دوسری حدیث کے ساتھ خاص قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح ان دونوں احادیث کو دو مختلف احوال پر محمول کر کے قابل عمل قرار دیا جا سکتا ہے۔ تاکہ ان کا اختلاف دور ہو سکے پہلی حدیث کا محل یہ ہے کہ جب جانور کی نگہداشت کی ذمہ داری اس کے مالک پر نہیں ہے تو اس وقت اس کے مالک پر ضمان نہیں ہو گا اور جس وقت جانور کی نگہداشت کی

۱۔ شافعی، محمد بن ادریس، اختلاف الحدیث، باب جرح العجماء جبار؛ اس روایت کو امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، امام نسائی اور امام احمد بن حنبل سمیت دیگر محدثین نے حضرت ابوھریرہ اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنھم سے اپنی تالیفات میں بیان کیا ہے (الجامع الصحیح لبخاری، کتاب الدیات، باب المعدن جبار والبئر جبار؛ الجامع الصحیح لمسلم، کتاب الحدود، باب جرح العجماء والمعدن والبئر جبار؛ الجامع للترمذی، کتاب الذکوۃ، باب ماجاء ان العجماء جرحها جبار۔؛ السنن لابی داؤد، کتاب الدیات، باب العجماء والمعدن والبئر جبار؛ السنن لابن ماجہ، ابواب الدیات، باب الجبار؛ السنن للنسائی، کتاب الذکوۃ، باب المعدن؛ المسند لامام احمد بن حنبل، مسند المکثرین الصحابہ، مسند ابی ھریرہ؛ السنن لدارمی، کتاب الدیات، باب العجماء جرحها جبار)

۲۔ اختلاف الحدیث، باب جرح العجماء جبار؛ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی المسند میں احادیث الرجال من اصحاب النبی ﷺ کے ضمن میں اس روایت کو حدیث محیصہ بن مسعود کے تحت بیان کیا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے الموطاء میں کتاب الاقضیہ، باب القضاء فی الضواری والحریسہ کے تحت بیان کیا ہے۔

ذمہ داری مالک پر ہے اس دوران ہونے والے نقصان کا ضمان جانور کے مالک پر ہو گا۔اس طرح روایات کو مختلف احوال پر محمول کر کے اختلاف کو دور کیا جاسکتا ہے۔

اختلافِ احوال

حضور اکرم ﷺ نے مختلف فرامین-جاری فرمائے جن میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے جس کی طرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے:

" ویسن فی الشی سنة وفیما یخالفه اخری فلایخلص بعض السامعین بین اختلاف الحالین اللتین سن فیهما [1]

آپ ﷺ جب کوئی ایسا عمل اور طریقہ اختیار فرماتے جو پہلے طریقے سے مختلف ہوتا تو بعض سامعین ان دو مختلف حالتوں کے فرق کو نہ سمجھ پاتے (اور یوں اختلاف کا شکار ہو جاتے)

گویا مختلف احوال کے پیش نظر ارشاد فرمائے گئے فرامین کو نہ سمجھ سکنا بھی اختلاف کا باعث بن سکتا ہے اور یہ بھی ظاہری اختلاف کی ہی ایک صورت ہے۔ جس کی ایک مثال یہ ہو سکتی ہے کہ دوران قضائے حاجت قبلہ کی طرف منہ کرنے اور نہ کرنے کے حوالے سے موجود روایات میں تضاد اور تعارض پایا جاتا ہے جس کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ: " وَلَيْسَ يُعَدُّ هَذَا اخْتِلَافًا" [2] اسے اختلاف شمار نہیں کیا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ دونوں احادیث کو مختلف احوال پر محمول کر کے دونوں کو قابل عمل بنا دیتے ہیں مثلاً استقبال قبلہ سے منع کرنے والی روایات کو کھلے میدان اور صحراء میں قضائے حاجت کرنے پر محمول کرتے ہیں کہ زیادہ تر لوگوں کا طریقہ یہی تھا کہ وہ قضائے حاجت باہر کھلے صحرا میں کیا کرتے تھے۔ جس سے شرمگاہ کا ستر بالعموم نہیں رہتا تھا اس لیے کھلے صحراء میں استقبال قبلہ سے منع کیا گیا۔ جہاں تک بیت الخلاء میں قضائے حاجت کا تعلق ہے تو امام شافعی کے مطابق اس میں استقبال قبلہ کرتے ہوئے قضائے حاجت میں کوئی حرج نہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ نہی اور جواز والی روایات کو اس طرح جمع کیا جائے کہ دونوں پر عمل ہو سکے لہٰذا نہی پر مبنی روایات کو صحراء میں قضائے

۱۔ الرسالۃ، ص۲۱۴

۲۔ اختلاف الحدیث، باب استقبال القبلۃ للغائط والبول

حاجت پر محمول کیا جائے گا اور اباحت والی روایات کو چار دیواری میں قضائے حاجت پر محمول کیا جائے گا تاکہ روایات کا تضاد ختم ہو جائے۔(۱)

ورودِ حدیث کا اختلاف

بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کے بیان کا سبب دوسرے فرمان سے مختلف ہوتا ہے کہ ایک صحابی کسی ایک سبب کو جانتا ہے اور دوسرا صحابی اس سے واقف نہیں ہوتا اور جو انہوں نے سنا یا دیکھا اسے بیان کر دیا۔ بعض اوقات جواب کو تو بیان کر دیا گیا مگر اس سوال کے بارے میں بیان نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں:

"ویحدث عنه الرجل الحدیث قدادرک جوابه ولم یدرک المسئلة فیدله علی الجواب بمعرفته السبب الذی یخرج علیه الجواب"(۲)

آپ ﷺ سے ایک راوی کوئی حدیث بیان کرتا ہے جو کسی سوال کے جواب کی صورت میں بیان ہوئی لیکن وہ اس کے سوال سے آگاہ نہیں ہے چنانچہ سبب کی معرفت کے ساتھ وہ جو سوال سمجھتا ہے اس جواب کو اسی سوال پر محمول کر دیتا ہے۔

یعنی ایسی صورت حال بھی اختلاف کا باعث بنتی ہے اور اسباب کی عدم معرفت سے معاملات کوئی نئی جہت اختیار کر لیتے ہیں اور اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔

اختلاف الحدیث کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ رواۃ الحدیث حدیث کو بیان کرنے میں بعض اوقات کسی واقعہ کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور کبھی اختصار سے جس سے ان روایات میں بظاہر اختلاف اور تضاد نظر آتا ہے امام شافعی رحمہ اللہ اس حوالے سے لکھتے ہیں: "یسال عن الشئی فیجیب علی قدر المسئلة ویودی عنه المخبر عنه الخبر متقصی والخبر مختصراً والخبریاتی ببعض معناه دون بعض"(۳) جب رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ ﷺ سوال کے مطابق اس کا جواب مرحمت فرماتے اور آپ سے سن

۱۔ شرح معانی الآثار، کتاب الکراہۃ، باب استقبال القبلۃ بالفروج للغائط والبول

۲۔ الرسالۃ، ص ۲۱۳

۳۔ ایضا

کر بیان کرنے والا اس بات کو تفصیل سے بیان کر دیتا اور کوئی اسے اختصار سے بیان کر تا اور اس طرح اس حدیث میں بعض باتیں شامل ہوتی اور بعض شامل نہ ہو سکتیں۔

عدم معرفت ناسخ و منسوخ

احادیث رسول ﷺ میں کبھی کبھی اختلاف پیدا ہونے کا سبب ناسخ اور منسوخ سے عدم واقفیت بھی ہوتا ہے کہ احادیث تو روایت کر دی جاتی ہیں لیکن ان کے ناسخ اور منسوخ ہونے کا علم بعد میں ہوتا ہے جس راوی نے روایت کی ہے اسے اس کے منسوخ ہونے کا علم نہ ہونے کی وجہ سے اختلاف نظر آتا ہے واضح نسخ کے علاوہ نسخ کی جو صورتیں ہیں ان میں اہل علم اپنے علم اور تجربے کو استعمال کرتے ہوئے اختلاف کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث اگر کسی عالم و مجتہد کے نزدیک منسوخ ہے تو دوسرے کے نزدیک منسوخ نہیں ہے تو احادیث کے ناسخ و منسوخ کے علم سے عدم واقفیت بھی اختلاف الحدیث کا سبب بن جاتی ہے۔ الخبازی[۱] کا قول ہے "انما یقع التعارض لجھلنا بالناسخ والمنسوخ"[۲] ناسخ اور منسوخ کے بارے ہماری جہالت بھی تعارض کا سبب بنتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ قربانی کا گوشت تین دن کے بعد تک کھانے اور نہ کھانے کے بارے مختلف روایات[۳] کو ذکر کرنے کے بعد اس چیز کی وضاحت کرتے ہیں کہ جو منع کیا گیا تھا وہ فرض واجب نہیں تھا بلکہ اختیار پر مبنی تھا پھر اس پر مزید دلائل اور دیگر کئی فروعی مسائل بھی بیان کرتے ہیں البتہ ان روایات کے ناسخ و منسوخ ہونے کے حوالے سے صراحتاً بیان نہیں فرماتے۔ البتہ امام یحیٰی بن شرف نووی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے اس بارے میں تین اقوال نقل کئے ہیں۔

۱۔ کہ یہ تین دن استعمال کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے۔ اس لیے تین دن کے بعد بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ یہ کہ گوشت کو ذخیرہ کرنے سے منع کرنا اختیار پر مبنی تھا فرض نہیں تھا۔

۱۔ ان مکمل نام عمر بن محمد بن عمر الخبازی (۶۲۹- ۶۹۱ ھ)۔ہے کنیت اور لقب ابو محمد جلال الدین ہے حنفی فقیہ ہیں اور دمشق کے رہنے والے ہیں ۔ان کی معروف تصنیفات ہیں: الاصول شرح الھدایۃ فی الفقہ ،کتاب المغنی فی اصول الفقہ (تاج التراجم، ص ۲۲۰) الاعلام ،(۷ /۳۰ ۷)شذرات الذھب، ۵/ ۶۳)

۲۔ الخبازی، المغنی فی اصول الفقہ، ص، ۲۲۴

۳۔ اختلاف الحدیث، بَابُ لُحُومِ الضَّحَايَا، ص 150

۳۔ یہ کہ تین دن سے زائد استعمال گوشت کی ممانعت علت پر مبنی تھی۔ لہٰذا اگر اب بھی علت پائی جائے تو ممانعت کا حکم لوٹ آئے گا [۱]

قربانی کے گوشت کو تین دن کے بعد استعمال کرنے کی ممانعت اور اجازت کے بارے میں امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کچھ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ قربانی کا گوشت تین دن کے بعد استعمال کرنا حرام ہے مگر اس کی مخالفت کرتے ہوئے دوسرے گروہ کے لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ تین دن کے بعد بھی قربانی کا گوشت استعمال کرنے اور ذخیرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ پھر اس حوالے سے روایات ذکر کی ہیں کہ جن میں تین دن کے بعد بھی قربانی کا گوشت استعمال کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ان دونوں معانی پر مشتمل روایات میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے موقف پر دلیل موجود ہے کہ وہ دوسرے کے لیے ناسخ بن سکتا ہے۔ گویا آپ ناسخ اور منسوخ کے ذریعے اس اختلاف کو دور کرتے ہیں [۲]

رفع تعارض کے اصول

احادیث نبوی کے بیان کرنے میں مختلف اسباب کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو جاتا ہے لیکن اہل علم نے ان اسباب کے حوالے سے سیر حاصل ابحاث کی ہیں جو اصول حدیث کی کتب میں موجود ہیں اس کے ساتھ ساتھ اختلاف کو دور کرنے کے لیے بڑی محنت اور کوشش سے چند اصول بھی بنائے ہیں جو اختلاف کو ختم کرنے کے لیے بہت زیادہ معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ان اصولوں میں نسخ، ترجیح اور جمع و تطبیق معروف ہیں، ان کی مزید تفصیل درج ذیل ہے۔

نسخ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی زائل کرنا، ختم کرنا اور باطل قرار دینا کے ہیں لیکن زائل کرنا بدل دینے کے ساتھ بھی آتا ہے یعنی کسی چیز سے بدل دینا جیسے علامہ ابن منظور [۳] نسخ کا لغوی معنی "ازالہ" بیان

۱۔ نووی، یحیٰ بن شرف، شرح مسلم، 134/13

۲۔ شرح معانی الآثار، كِتَابُ الصَّيْدِ وَالذَّبَائِحِ وَالأَضَاحِيِّ، بَابُ أَكْلِ لُحُومِ الأَضَاحِيِّ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، 280/2

۳۔ ان کا مکمل نام محمد بن مکرم بن علی ابو الفضل جمال الدین ابن منظور افریقی ہے آپ بہت بڑے مورخ ادیب اور ماہر فقہ و لغت تھے ان کی کتب میں لسان العرب معروف ہے ۶۳۰ھ کو پیدا ہوئے اور ۷۱۱ھ کو وفات پائی۔

(https://ar.m.wikipedia.org/wiki/ابن منظور accessed on 07-05-2017)

کرتے ہوئے کہتے ہیں "نسخت الشمس الظل "[۱] سورج نے سائے کو زائل کر دیا یعنی سائے کو دھوپ میں بدل دیا۔ اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

"مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا"[۲]

ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے یا کسی آیت کو بھلاتے نہیں ہیں مگر اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں۔

اس میں بھی بدلنے کا معنی واضح ہو رہا ہے اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے نسخت الريح الآثار ہوا نے قدموں کے نشان زائل کر دیئے یعنی ختم کر دیئے گویا یہ ازالہ باطل کرنے اور شے کو اٹھا دینے کے معنی میں ہے اس میں بدل دینے کا مفہوم نہیں ہے یعنی زائل کرنا بغیر بدل کے بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: " فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِه "[۳] اللہ تعالی شیطانی رخنے کو جلد مٹا دیتا پھر یہ کہ اللہ تعالی اپنی آیات کو مستحکم بنا دیتا ہے۔ نسخ کی اصطلاحی تعریفات اصول فقہ کے ماہرین نے مختلف الفاظ میں ذکر کی ہیں۔ ہم یہاں ان میں سے ایک تعریف ذکر کریں گے جو زیادہ جامع ہے۔ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: "النسخ هو بيان انتها ء امر حكم شرعي بطريق شرعي متراخ عنه "[۴] کسی شرعی حکم کی انتہا کا بعد میں آنے والی، شرعی دلیل کے ذریعے بیان کرنا نسخ کہلاتا ہے۔

جبکہ ترجیح کا لفظ رَجَّحَ سے مصدر ہے جس کا معنی میلان، رغبت، رجحان اور بھاری ہونا کے ہے جیسے کہا جاتا ہے: "رجح الميزان يرجح رجوحاً ورجحاناً اى مَالَ "[۵] جب ترازو ایک طرف جھک جاتا ہے تو کہا جاتا ہے رجح الميزان اى مَالَ اس میں مائل ہونے کے علاوہ بھاری ہونے کا بھی مفہوم نکلتا ہے کہ بھاری ہونے کی وجہ سے وہ ایک طرف جھکاؤ رکھتا ہے۔ اہل عرب وزنی خاتون کے لیے امرأة راجح ایٔ ثقيلة کہتے ہیں[۶]

۱۔ ابن منظور افریقی، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ت ن، 3/ 61

۲۔ سورۃ البقرۃ : 2 : 106

۳۔ سورۃ الحج : 22 : 52

۴۔ رازی، محمد بن عمر، المحصول فی علم الاصول، تحقیق ڈاکٹر جابر فیاض العلوی، بیروت، مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۸ھ، ص 423

۵۔ مجد الدین فیروز آبادی،، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۸۱۷ھ، ۱/ ۲۲۱

۶۔ لسان العرب، ۲/ ۴۴۵

امام ابو داؤد رحمہ اللہ آپ ﷺ کی حدیث روایت کرتے ہیں جس میں ایک وزن کرنے والے سے آپ ﷺ نے فرمایا، زن و ارجح [۱] وزن کر اور پلڑا جھکا کے رکھ۔ اس حدیث مبارک میں بھی اَرْجِح یعنی ترجیح کا معنی جھکاؤ رکھنا بیان ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ترجیح کے لغوی معانی بھاری، ثقیل، میلان رکھنا اور جھکاؤ رکھنا کے ہیں اور اصطلاح میں دو یا دو سے زیادہ روایات میں سے کسی ایک روایت کو دوسری روایت کے مقابلے میں غالب قرار دینا ترجیح کہلاتا ہے اس کی اہل علم نے اپنے اپنے انداز سے مختلف تعریفات کی ہیں۔ ان میں سے جامع تعریف علامہ آمدی نے اس طرح کی ہے کہ: "عبارة عن اقتران احدالصالحين للدلالة على المطلوب مع تعارضهما بما يوجب العمل به واهمال الآخر" [۲] ترجیح سے مراد تعارض کے ساتھ مطلوب پر دلالت کرنے والی دو چیزوں میں سے ایک کے ساتھ کسی ایسے قرینے کا مل جانا جس سے ایک پر عمل اور دوسری کو ترک کیا جا سکے۔ گویا دو متضاد روایات یا نصوص میں سے کسی ایک کو کسی دلیل کے ساتھ قابل عمل قرار دینا اور دوسری کر چھوڑ دینا ترجیح کہلاتا ہے۔

جمع و توفیق سے مراد ہے کہ "بيان التوافق والائتلاف بين الادلة الشرعية و اظهار ان الاختلاف بينهما ليس حقيقيا ولا يؤدى الى التناقض فيها" [۳] شرعی دلائل میں موافقت پیدا کرنا اور اس بات کا اظہار کرنا کہ ان دونوں دلائل میں حقیقتاً اختلاف نہیں ہے اور نہ ہی یہ ایک دوسرے کے نقیض ہیں، جمع کہلاتا ہے۔

اختلافات کو دور کرنے کے لیے وضع کردہ اصول و ضوابط پر علوم الحدیث کی کتب میں تفصیلی ابحاث موجود ہیں ان اصولوں کے حوالے سے اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ یہ اصول درست ہیں لیکن ان کے استعمال کی ترتیب میں اختلاف پایا جاتا ہے جس پر سطور ذیل میں بحث کی گئی ہے۔

جب احادیث و روایات میں اختلاف دکھائی دے تو اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے اہل علم نے کچھ اصول مرتب کئے ہیں ان اہل علم میں سے ایک گروہ محدثین کا ہے، دوسرا اصولیین کا۔ پھر اصولیین میں سے ایک

۱۔ **حدیث کا متن یہ ہے** حدَّثني سويدُ بن قيسٍ، قال: جَلَبتُ أنا ومَخْرَفَةُ العبْديُّ بَزّاً من هَجَر، فأتينا به مكَّة، فجاءَنا رسولُ الله – صلَّى الله عليه وسلم – يمشي، فساومَنا بسراويلَ، فبعناه، وثمَّ رجلٌ يزِنُ بالأجْر، فقال له رسولُ الله صلَّى الله عليه وسلم: "زِنء وأَرْجِحْ" (سنن اَبی داود، تحقیق الاَرنؤوط باب فی الرجان فی الوزن، والوزن بالاَجر، ۵/ ۲۲۵)

۲۔ آمدی، علی بن ابو علی بن محمد بن سالم، الاحکام فی اصول الاحکام، المکتب الاسلامی، بیروت، ت ن، ۴/ ۴۶۰

۳۔ الطنطاوی، محمود محمد، اصول الفقہ الاسلامی، دار الفضیلہ، قاہرہ، ۱۹۹۰ء، ص ۲۰۳

گروہ شوافع، مالکی اور حنابلہ پر مشتمل ہے اور دوسرا جمہور احناف پر، لہٰذا اس مقالہ میں ایسے محدثین کی آرا کی روشنی میں بحث کی گئی ہے جو اصولِ حدیث کے بھی ماہر ہیں، یعنی اصولیین۔

اصولوں کی ترتیب

احادیث کے اختلاف کو ختم کرنے کے لیے وضع کردہ اصولوں کے ماہرین کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، اہل علم کے ایک گروہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ نصوص باہم متعارض ہوں تو ان کے تعارض کو دور کرنے کے لیے جمع و توفیق کا اصول اختیار کیا جائے اگر اس سے اختلاف دور نہیں ہوتا تو ترجیح کے اصول کو استعمال کیا جائے اور ان میں سے کسی ایک نص کو دلیل کے ساتھ ترجیح دے دی جائے اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو پھر اصول نسخ کی طرف رجوع کیا جائے اگر یہ بھی نہ ہو تو دونوں دلیلوں کو ساقط قرار دیا جائے گا [1] البتہ اس بارے میں شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کے اصولیین بھی آپس میں مختلف نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ابن سعید الطوفی حنبلی [2] اس ضمن میں جو ترتیب بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اختلاف ظاہر ہونے کی صورت میں سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ کیا ان نصوص میں جمع و توفیق کا امکان موجود ہے کہ نہیں اگر یہ امکان موجود ہے تو پھر اس بات کا تعین کیا جائے گا کہ کس طرح ان کو جمع کیا جائے کیونکہ ان دونوں کو جمع کرنا اور قابل عمل قرار دینا اس سے بہتر ہے کہ ان میں سے کسی ایک یا دونوں کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائے۔ اس کے بعد اگر جمع کا امکان موجود نہیں تو یہ دیکھا جائے گا کہ ان دونوں کی تاریخ کا علم ہے کہ نہیں یعنی کوئی واضح دلیل یا قرینہ اگر موجود ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہو کہ ایک حکم پہلے کا ہے اور دوسرا بعد کا تو پہلے کو منسوخ اور دوسرے کو ناسخ قرار دیا جائے گا اور اگر یہ تعین نہ ہو سکے کہ کونسا پہلے اور کونسا بعد میں ہے تو پھر ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر کسی وجہ ترجیح کی بناء پر ترجیح دی جائے گی۔ [3]

اس سے معلوم ہوا کہ امام الطوفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعارض کو دور کرنے کے لیے سب سے پہلے جمع پھر نسخ اور پھر ترجیح کے اصول کو اپنایا جائے گا۔

۱۔ وھبہ زحیلی، ڈاکٹر، "اصول الفقہ الاسلامی"، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الاولی، ت ن، ص ۴۰۶ھ

۲۔ نجم الدین ابوالربیع سلیمان بن عبد القوی بن عبد الکریم حنبلی ان کا پورا نام ہے ان کا حافظہ بہت قوی تھا، مشہور تصانیف ہیں شرح مختصر الروضہ اور الآداب الشرعیۃ، ان کا وصال ۷۱۶ھ کو ہوا۔ (شذرات الذھب، ۸/ ۷۱؛ الأعلام، 3/ 127

۳۔ الطوفی، سلیمان بن عبد القوی بن عبد الکریم، شرح مختصر الروضۃ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۹۸ء، 3/ 688

امام حازمی (584ھ) امام غزالی، ابن قدامہ [۱] امام سیوطی [۲] اور ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی جمع و توفیق کے بعد نسخ اور پھر ترجیح دے کر اختلاف کو دور کرنے کے قائل ہیں۔

دلائل

جو اہل علم جمع بین النصوص کو باقی اصولوں پر مقدم رکھتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے:

۱۔ کہ احادیث نبویہ کے ورود کا اصل مقصد یہ ہے کہ ان پر عمل کیا جائے جب دو یا زائد نصوص میں ظاہری تعارض پیدا ہو جائے تو جمع و تطبیق کے اصول کو استعمال کر کے ان کے تعارض کو دور کرنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اسے نسخ یا ترجیح کے ذریعے دور کیا جائے کیونکہ جمع کرنے سے ان نصوص پر عمل کیا جا سکتا ہے اور عمل کرنا ہی تو ان کا اصل مدعا ہے جب کہ نسخ اور ترجیح کے ذریعے دو نصوص میں سے کسی ایک کو ترک کرنا پڑتا ہے اور دونوں پر عمل کرنا ان میں سے کسی ایک یا دونوں کو ساقط کرنے سے زیادہ اچھا ہے۔ [۳]

۲۔ جب نصوص کو مختلف حالتوں پر محمول کرتے ہوئے ہم ان میں جمع و تطبیق پیدا کریں تو ان کے نقصان سے بھی بچا جا سکتا ہے کیونکہ باقی اصولوں کو استعمال کر کے ہم نصوص میں سے کچھ نصوص کو چھوڑ کر نقصان اٹھاتے ہیں اس طرح ان کو جمع کر کے نقصان سے بچا جا سکتا ہے۔ [۴]

امام شافعی کا قول

امام شافعی رحمہ اللہ بھی اس بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہیں کہ پہلے دو متعارض نصوص کو جمع کریں گے۔اس کا امکان نہ ہو تو ناسخ منسوخ۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وكلما احتمل حديثان ان يستعمل معاً استعملا معاً ولم يعطل واحد منهما الاخر . . . . كان احدهما ناسخا والاخر منسوخا" [۵]

جب دو احادیث کو جمع کر کے استعمال کیا جا سکتا ہو تو ان کو استعمال کیا جائے گا اور ایک دوسری کو ساقط نہیں کرے گی۔ ۔۔۔۔۔ان میں سے ایک ناسخ اور دوسری منسوخ ہو گی۔یعنی امام شافعی رحمہ اللہ بھی پہلے متعارض نصوص کو جمع کرنے کے حق میں ہیں اگر ان کو جمع کرنا ممکن نہ ہو تو باقی اصولوں کو استعمال کیا جائے گا۔

۱۔ ابن قدامہ المقدسی "روضۃ الناظر"، 2/457

۲۔ السیوطی، عبدالرحمان ، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، دار ابن جوزی، ریاض، طبعۃ اولی ۱۴۳۱ھ، 1 / 786

۳۔ السیوطی، عبدالرحمان ، الاشباہ والنظائر و قواعد و فروع الشافعیۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول ۱۹۹۹ء، ص 127

۴۔ الحازمی، محمد بن موسی ابن عثمان، کتاب الاعتبار، دائرۃ المعارف الاسلامیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۵۶ھ، ص 7

۵۔ اختلاف الحدیث، ص 40

۳۔ جمع و تطبیق کو پہلے استعمال کرنے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس اصول کے استعمال سے دونوں متعارض نصوص کے بعض حصوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کسی آدمی نے ایک دینار امانت کے طور پر رکھا اور کسی دوسرے نے دو دینار رکھوائے ان تین دیناروں میں سے ایک ضائع ہو گیا اب ایک دینار دو دینار والے شخص کو واپس دیا جائے گا اور باقی ایک دینار ان دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔[۱] بجائے اس کے کہ ان میں سے کسی ایک ہی کو نقصان ہو دونوں کے لیے تھوڑا تھوڑا نقصان برداشت کرنا آسان ہے۔

دلائل کا تجزیہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ متضاد نصوص میں جمع و توفیق کے ساتھ ان پر عمل کروانا اچھا عمل ہے لیکن صرف جمع کے ساتھ ہی نصوص شرعیہ نقص اور کمی سے نہیں بچتے بلکہ نسخ اور ترجیح کے ذریعے بھی ان نصوص پر عمل کروایا جا سکتا ہے اور ان میں نقص و کمی نہیں ہوتی کیونکہ نسخ کا ثبوت قرآن مجید سے ملتا ہے اور یہ نقص کے لیے نہیں بلکہ بھلائی اور بہتری کے لیے کیا گیا ہے، فرمان الٰہی:

"مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا "[۲]

یہ حکم اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ منسوخ ہونے والے حکم سے ناسخ حکم بہتر ہوتا ہے یا کم از کم اس کے مثل ضرور ہوتا ہے نقص اور کمی کا باعث نہیں بنتا۔ اسی طرح ترجیح بین النصوص کے ذریعے بھی دلائل کے نقصان کا خطرہ نہیں کیونکہ یہ عمل صحابہ کرام سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت[۳] کو صحابہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت[۴] پر ترجیح دی۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نصوص کے کچھ کچھ حصوں پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے کسی ایک پر عمل کر کے دوسرے کو مکمل طور پر ترک کر دینے سے تو اس سلسلے میں جو مثال دی گئی ہے وہ قیاس پر مبنی ہے اور یہ قیاس بھی قیاس مع الفارق ہے کیونکہ ادلہ شرعیہ کو شہادت اور معاملات پر قیاس کیا گیا ہے۔ شہادت کا مدار عبادات پر ہے بخلاف ادلہ شرعیہ کے ان کا مدار ظن پر ہے۔[۵]

۱۔ برزنجی، عبد الطیف عبد اللہ، التعارض والترجیح بین الادلۃ الشرعیۃ"، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبعہ اولی، ۱۴۱۳ھ، 1 / 178

۲۔ سورۃ البقرۃ: ۲ : ۱۰۶

۳۔ ان رسول اللہ کان یدرک الفجر وھو جنب من اھلہ ثم یغتسل ویصوم (الصحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الصائم یصبح جنبا)

۴۔ من ادرک الفجر جنبا فلا یصم (الصحیح لمسلم، کتاب الصیام، باب صحۃ الصوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب)

۵۔ التعارض والترجیح بین الادلۃ الشرعیۃ، ۱/۱۷۹

اسی طرح یہ کہنا کہ دونوں دلائل پر عمل کرنا ایک کو ترک کر کے صرف دوسرے پر عمل کرنے سے بہتر ہے یہ اس اعتبار سے تسلیم نہیں کہ مرجوح اور راجح دونوں کو قابل عمل بنا کر دونوں پر عمل کرنا مرجوح کی موجودگی میں ناقابل فہم ہے اور اگر مرجوح نہیں ہے تو پھر جھگڑا ہی ختم ہو گیا لہٰذا ترجیح کے اصول کا موقع و محل نہ ہونے کی وجہ سے جمع و توفیق کا اصول درست ہے۔

دوسرا نقطہ نظر

اس نقطہ نظر کے مطابق سب سے پہلے نسخ کے ذریعے اختلاف دور کیا جائے گا اگر نسخ کا ثبوت نہیں ملتا تو ترجیح کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر اس کا تعین نہ ہو سکے تو جمع کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اگر جمع بھی ممکن نہ ہو تو پھر ان کو ساقط قرار دیا جائے گا اس بارے میں نظام الدین سہالوی (1225ھ) لکھتے ہیں:

"وحكمهاالنسخإن علم المتقدم والمتأخر ويكونان قابلين له وهذا ظاهر جداً، وإلا يعلم المتقدم منهمافالترجيح إن أمكن ويعمل بالراجح، لأنّ ترك الراجح خلاف المعقول والإجماع،وإلاَّ فالجمع بقدر الإمكان للضرورة وإن لم يكن الجمع تساقطا" (۱)

اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے متقدم و متاخر کا علم ہو جائے تو نسخ کا تعین کیا جائے گا اور اگر ان میں سے متقدم و متاخر کا علم نہیں تو پھر اگر ترجیح کا امکان ہو اس کا تعین کیا جائے گا۔ لہٰذا راجح پر عمل کیا جائے گا کیونکہ راجح کا ترک کرنا اجماع اور عقل دونوں کے منافی ہے۔ اور اگر اس کا امکان نہ ہو تو پھر حسب ضرورت جمع کے امکان کی صورت میں ان میں جمع و توفیق کی جائے گی اور اس کا امکان نہ ہو تو دونوں کو ساقط قرار دیا جائے گا۔

یعنی احناف کے نزدیک سب سے پہلے نسخ اس کے بعد ترجیح اور آخر میں جمع و توفیق کے ذریعے تعارض ختم کیا جائے گا۔

دلائل

حنفی علما کے نزدیک اختلاف و تعارض کو دور کرنے کے لیے جو اصول استعمال میں لائے جاتے ہیں ان میں سے سب سے پہلے نسخ کو استعمال کرنا اس وجہ سے ضروری ہے کہ اگر شرعی دلائل میں ناسخ اور منسوخ پایا جاتا ہے تو اسے نظر انداز کر کے دونوں نصوص پر عمل کرنے کا حکم لگانا اللہ تعالیٰ کی منشاء اور رضا کے خلاف ہے جب اللہ تعالیٰ

۱۔ فواتح الرحموت، 2/ 190-189

نے کسی چیز کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے تو ہم اس حکم پر عمل کروا کر کیسے اللہ تعالی کو راضی کر سکتے ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ جب نسخ متحقق نہ ہو تو اس صورت میں متعارض دلائل میں سے راجح پر عمل کیا جائے گا اور مرجوح کو ترک کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ ناپاکی کی حالت میں صبح کرنے والے کے روزے کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت [۱] کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت [۲] پر ترجیح حاصل ہے کیونکہ معاملہ زیر بحث کے بارے بارے میں جو معلومات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل تھیں وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حاصل نہ تھیں۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی عقل کے منافی ہے کہ ایک راجح روایت کو مرجوح روایت کے برابر کر کے دونوں کو قابل عمل قرار دیا جائے اس لیے احناف کے ہاں اس بات پر اجماع ہے کہ راجح کو ترجیح دے کر اسے قابل عمل قرار دیا جائے گا اور مرجوح کو چھوڑ دیا جائے گا۔ نظام الدین سہالوی لکھتے ہیں: "تقديم الراجح هو المعقول وعليه انعقد الاجماع" [۳] راجح روایت کو مقدم خیال کرنا مناسب ہے اور اس پر اجماع بھی ہے۔

تقدیم نسخ کی ایک وجہ

نسخ کو ترجیح پر مقدم رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ترجیح میں تو ایک روایت کو مکمل طور پر رد کر دیا جاتا ہے جو مرجوح قرار دی جائے جب کہ نسخ میں دونوں متضاد روایات کو قبول کیا جاتا ہے لیکن عمل کے اعتبار سے ایک کو اخذ کر لیا جاتا ہے اس لیے نسخ کو ترجیح پر مقدم رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ عبد الکریم زیدان [۴] نے لکھا ہے کہ:

" اذا تعذرت معرفة الناسخ وانعدمت طرق الترجيح التى ذكرناها وكان النصان فى قوة واحدة كما ذكرنا فان المجتهد يلجاء الى الجمع والتوفيق" [۵]

۱۔ ان رسول الله كان يدرک الفجر وهو جنب من اهله ثم يغتسل ويصوم(الصحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الصائم یصبح جنبا)

۲۔ من ادرک الفجر جنبا فلایصم (الصحیح لمسلم، کتاب الصیام، باب صحۃ الصوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب)

۳۔ مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت، 2/ 204

۴۔ اصل نام عبد الکریم بن زیدان ہے بغداد میں ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے اور ۲۰۱۴ء میں فوت ہوئے اصول فقہ کے ماہر تھے۔
(https://ar.wikipedia.org/wiki/عبد-الکریم زیدان dated ۲۱-۰۵-۲۰۱۷)

۵۔ عبد الکریم زیدان، "الوجیز فی اصول الفقہ"، ص396

جب ناسخ و منسوخ کی معرفت ممکن نہ ہو اور ترجیح کے طرق جو ہم نے بیان کئے ہیں وہ بھی معدوم ہوں اور دونوں نصوص صحت و قوت میں مساوی ہوں تو مجتہد ان میں جمع و توفیق پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

تبصرہ

محدثین اور اصولیین نے اصول حدیث اور اصول فقہ کی کتب میں مختلف الحدیث کا حکم بیان کرتے ہوئے مختلف آراء کو تحریر کیا ہے۔ اس میں سے چند اصولی باتیں اختصار کے ساتھ ذکر کی گئیں ہیں اور زیادہ تر شوافع اور احناف سے تعلق رکھنے والے اصولیین کا نقطہ نظر مع دلائل اور تجزیات کے بیان کیا گیا ہے اگر سب کے نظریات اور دلائل ذکر کئے جائیں تو اس کے لیے خاصے صفحات کی ضرورت پیش آئے گی لیکن چونکہ ہمارا اصل مقصد شوافع اور احناف کے اصولوں سے معرفت حاصل کرنا ہے اس لیے ان دونوں کے اصولوں کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔

ان اصولوں کے استعمال کی ترتیب کے متعلق مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ متعارض نصوص کے اختلاف و تعارض کو دور کرنے کے لیے احناف کا مؤقف زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ تعارض کی دو صورتیں ہیں حقیقی اور ظاہری۔ حقیقی تعارض کی صورت میں اصول نسخ کو استعمال کیا جاسکتا ہے اور اگر تعارض حقیقی ہو اور اس میں نسخ ثابت نہ ہو سکے تو پھر ان میں ترجیح کی صورت اختیار کی جاسکتی ہے اور اختلاف کی دوسری صورت ظاہری تعارض کی ہے اس میں اگر ترجیح کی صورت بن سکے تو وجوہ ترجیح میں سے کسی وجہ کو متعین کرتے ہوئے متعارض نصوص میں ترجیح دی جاسکتی ہے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر ان کو مختلف احوال پر محمول کر کے جمع و تطبیق کے اصول کے مطابق تعارض دور کیا جاسکتا ہے۔

نتائج بحث

اس بحث سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱. احادیث میں حقیقی اور ظاہری دونوں قسم کا اختلاف پایا جاتا ہے۔
۲. اختلاف حدیث کے اسباب میں سے اہم اسباب، راوی سے خطاء کا احتمال، فہم نص میں اختلاف، احادیث کے وارد ہونے کے حوالے سے اختلاف، اسی طرح احوال کا اختلاف، اسباب حدیث کا اختلاف اور ناسخ و منسوخ کی عدم معرفت وغیرہ ہیں۔
۳. اختلاف کو دور کرنے کے اصول نسخ، ترجیح اور جمع و توفیق ہیں۔

۴. شوافع کے نزدیک ان اصولوں کو استعمال کرنے کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے جمع وتوفیق پھر ترجیح اور آخر میں نسخ جبکہ احناف کے نزدیک سب سے پہلے نسخ پھر ترجیح اور آخر میں جمع وتوفیق۔

۵. اگرچہ شوافع ،مالکی اور حنبلی اصولیین کا بھی آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن احادیث میں پایا جانے والا اختلاف اس شدت کا نہیں ہے کہ جسے بہانہ بنا کر اس علمی ذخیرے کو مشکوک بنا دیا جائے بلکہ اس سے دین کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کتنا عظیم اور عالمگیر دین ہے جو مختلف عائلی، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور دینی ودنیاوی معاملات کو محیط ہے اور اس میں مخالف کے نقطہ نظر کو سننے اور اسے جگہ دینے کی وسعت پائی جاتی ہے۔

۶. ہمیں اپنے موجودہ طرز عمل پر بھی غور کرتے ہوئے اس بحث سے ایسی وسعت نظری کو اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو ہمارے آئمہ فقہ نے پیش کی اور ان سب کا مطمع نظر دین کی تفہیم وترویج اور لوگوں کے لیے سہولت پیدا کرنا تھا ایک دوسرے سے فوقیت یا برتری حاصل کرنا نہیں تھا

۷. بیشتر اختلافات اس حد تک ہیں کہ ایک چیز پہلے گروہ کے نزدیک زیادہ بہتر ہے اور دوسرے کے نزدیک دوسری چیز لیکن بہت کم ایسے اختلافی معاملات ہیں جو فرض وواجب کی حد تک ہوں۔ اللہ تعالی اس علمی اختلاف کو امت کے لیے سہولت اور رحمت کا ذریعہ بنائے اور اتفاق واتحاد کی نعمت سے مالا مال فرمائے آمین۔

سفاشات

مذکورہ بحث سے حاصل ہونے نتائج کی روشنی میں درج ذیل سفارشات سامنے آتی ہیں:

۱۔ اختلافِ حدیث کے اسباب میں سے ہر سبب پر مقالات تحریر کئے جانے چاہئیں۔

۲۔ اختلاف حدیث کو دور کرنے کے اصولوں پر مزید اس جہت سے کام کرنے کی ضرورت ہے کہ جن محدثین نے ان پر کام کیا ہے اس کام کو سامنے لایا جائے۔

۳۔ اصولِ نسخ پر الگ سے مقالہ لکھا جائے جس میں اس اصول پر سیر حاصل بحث کی جائے اور اصولیین کے اس بارے میں نظریات کو تقابلی انداز میں زیر بحث لایا جائے۔

۴۔ ترجیح کے اصول پر بھی الگ سے مقالہ لکھنے کی ضرورت ہے جس میں مختلف ماہرین کی آراء کا تجزیہ کیا جائے۔

۵۔ جمع وتطبیق بین النصوص پر بھی الگ سے مقالہ لکھنے کی ضرورت ہے۔